© rasailojaraid.com

بے تیغ سپاہی۔ علامہ احسان الٰہی

(جناب ، قاضی کاشف نیاز ۔۔۔ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور)

روح حد درجہ مضطرب تھی۔ جی چاہتا تھا کسی چمن توحید و ریاضِ رسول ؐ کی سیر کو، مگر جانے کیا وجہ تھی کہ روح کے قدم بوجھل ہو رہے تھے۔ وہ بلندئ پرواز ہی نہ تھی، وہ اوجِ کمال اور وہ رفعتِ خیال، سب جذبے ہی مفقود تھے۔ روح زبانِ حال سے چیخ رہی تھی ؎

مجھ کو باغ میں نہ لے جا ورنہ میرے حال پر
ہر گلِ تر اک چشم خوں فشاں ہو جائے گا

یوں لگتا ہے کوئی آتشکدہ تھا جو سرد ہو گیا۔ بلکہ وہ ایندھن ہی نکال لیا گیا جس سے کوئی امکانِ حدت ہی باقی رہتا۔

اچانک یوں لگا جیسے بادل ٹکرا گئے ہوں۔ فضا شعلوں اور چنگاریوں کی انسانی جسم کے ٹکڑوں سے ٹکرانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ورثاء و جانشین منصب ختم الرسل ؐ کے خون میں رنگین بدن قلعہ لچھمن سنگھ کی مقتل گاہ میں پڑے چمنِ توحید رسالت کو اپنے خون سے لالہ زار کر رہے تھے۔ لاہور کی فضا نالہِ شبوں سے معمور ہو گئی۔ چرخ سیاہ فام اپنی گردش بھول کر ساکت ہو گیا۔

مینارِ پاکستان یوں اٹھ کر جھانکا جیسے اس کے پاسباں آئے ہوں اور پھر لٹنے کٹنے اور مرنے کا سفر شروع ہو گیا ہو۔ قلعہ لچھمن سنگھ چوک سے بہتا ہوا یہ خون مینارِ پاکستان کی بنیادوں میں جذب ہو رہا تھا اور مینارِ پاکستان پہلے سے زیادہ اونچا، مضبوط اور توانا نظر آنے لگا۔

مینارِ پاکستان یہ داستانِ پرفگار زبانِ حال سے کہہ رہا تھا۔ یہ داستاں کوئی نئی داستاں نہیں ہے۔ وہ پہاڑیاں مجھے صاف نظر آ رہی ہیں جہاں سینکڑوں لوگ ایک شخص پر خشت باری کر رہے ہیں، در در سے ستایا اور ٹھکرایا ہوا یہ ایک یتیم انسان ہے، مسلسل خشت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یاری سے جسم اقدس سے خون بہا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ جوتیاں خون سے بھر گئی ہیں طائف کے یہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہلنے اور ظالموں کو ہلاک کرنے پر آمادہ ہیں۔ مگر صبر و استقامت کا یہ پہاڑ نہ ہلا۔ فقط ان کیلئے ہدایت کی دعا ہی فرمائی۔ بلال حبشی رضہ کو صحرا کی تپتی ہوئی ریت، جلتے ہوئے سنگریزوں اور دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا گلے میں رسیاں اور اوپر چکی کے پاٹ ہیں۔ مگر زبانِ مبارک رضہ پر ایک ہی ترانہ جاری ہے۔ اللہ احد۔ اللہ احد۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ......

www.KitaboSunnat.com

ہاں آج کچھ ایسی ہی آوازیں میرے پہلو سے بھی اٹھ رہی تھیں۔ اسلام کا پیغام ابدی فدائیانِ رسولِ اُمی اور عاشقانِ پاک طینت کے لحنِ داؤدی سے زمزمہ پیرا تھا۔ شیر ربانی مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی کی پراثر اور بارعب آواز سے جنگل کے درندے سہمے ہوئے تھے، مگر یہ سہمے ہوئے درندے، جنگلوں سے بھاگے ہوئے، شہروں میں چھپے یہ شامت زدہ گیدڑ، عقب سے نقب لگائے اور گھات لگائے ہوئے تھے۔ آکاش بیل کی طرح چمنِ رسالت ؐ کے ایک ایک گل لالہ سے خراجِ خون لینے پہ آمادہ تھے

مگر یہ خون اس پژمردہ قوم رسول ہاشمی ؐ کے لیے مژدۂ حیات اور دشمنانِ ختم المرسلین ؐ و اعداء اصحابِ رضہ شفیع المذنبین ؐ کی رگوں میں زہر بن کر نویدِ موت لا رہا تھا۔

اور یہ نویدِ حیات افزا، یہ پیغام جاں فزا، خطیبِ شعلہ نوا و فرزندِ ابن تیمیہؒ، فدائے ناموسِ صحابہ رضہ علامہ احسان الٰہی ظہیر کی زبانِ دلنواز سے فرزندانِ توحید سن رہے تھے۔

"اگر دس کروڑ مسلمان مرنے کا عزم کر لیں تو مشرق و مغ یکہ روس اور امریکہ مل کر بھی کوئی طاقت انہیں نہیں دبا سکتی۔"

یہ کون جانتا تھا، بارش کا پہلا قطرہ بن کر برسنے والا وہ خود تھا۔ مر کر اور کبھی نہ مٹنے کا معاملہ وہ پہلے ہی طے کیے بیٹھا تھا۔ اور اس پرُخار سفر میں اس کے ہم قدم بھی پرعزم تھے۔ یہ جاں کیا ہے، جہاں کیا ہے، دل میں اگر رضائے خدا اور سودائے عشقِ مصطفٰےؐ ہے تو متاعِ دنیا کیا ہے ؟ "قل متاع الدنیا قلیل"

کی محمد ؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں۔
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

لمحے گزر رہے تھے، ہر ساعت شبِ سیاہ کی زلفِ پریشاں پر لپٹی ماتم کناں تھی۔ اس تیرگیٔ شب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں بیٹھے یہ چند سو شب بیدار منتظر ساعت قرار ہیں۔ اور وہ صاحب دیدۂ بیدار، شب بیداروں اور بے خبری کی سرگشتۂ خواب روحوں سے ہم کلام ہے۔

"یہ وقت اور موقع جو میسر آیا ہے اس کا کوئی لمحہ بھی ایسی بات میں صرف نہ کریں جو میرے لیے آپ کے لیے، قوم کے لیے اور آخرت کے لیے مفید نہ ہو۔"

ہاں اس کی زندگی اُس کے لیے ایک امانت ہی رہی، وہ سیاست، خطابت قیادت، عبادت اور امانت ہر منصب پر فائز و فائق رہے، لوگ ہر میدان میں ہر وقت اندرون و بیرونِ ملک ہر جگہ اس یک جان انسان سے حیران ہو کر پوچھتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے۔

"میں وقت کے ہر لمحے سے کچھ نہ کچھ چھین لینے کی فکر میں رہتا ہوں۔"

مصروفیات کے اس تانے بانے میں مستقل الجھا ہوا، آج تھکا ہوا بیٹھا ہے یہ تھکاوٹ نئی نہیں ہے اور اس نے پچھلے سال بھی بڑے درد بھرے انداز میں کہا تھا۔

"میری یہ تھکاوٹ تو قبر ہی میں اتر سکتی ہے

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

لیکن عالم حزن و ملال میں اس کا طائرِ خیال عہد تابعین صالحین میں پناہ ڈھونڈتا یہی اس کا زریں قول تھا کہ "جب تم کمزوری محسوس کرو تو امام مالکؒ، امام حنبلؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو یاد کر لیا کرو۔

وہ تھکن اور تفکر میں لیٹا کرسی پر بیٹھا ملب تھا اور اس کے پردۂ دماغ پر ایک تصویر ابھر رہی تھی۔ شائد امام مالکؒ کہتے ہوں! اے حافظِ کلامِ نورِ مبین، اے ہمارے سلسلۂ حفاظتِ حدیث کے امین، اے احسان، بہت تھک گئے ہو گے، تم ہمیں یاد رکھتے ہو مگر کب تک، ہمارے واقعاتِ جانگسل سے ولولۂ تازہ کی شمع کب تک فروزاں رکھو گے۔ دولت و اقتدار اور کفر و ظلم کے ایوانوں سے اٹھنے والی آندھیاں بہت تیز ہیں۔ آؤ ہمارے سلسلۂ حفاظتِ حدیثِ رسول ؐ کے امین ہمارے ہی پہلو میں

© rasailojaraid:com

© rasailojaraid.com

آ جاؤ۔

ابھی اس تصویر سے نقوش دھندلے ہوئے ہی تھے کہ پردۂ سماعت تازیانوں کی آواز سے تھرتھرانے لگا، استاذ المحدثین امام احمد بن حنبلؒ کی پشتِ مبارک تختۂ مشقِ ظلم وستم بنی ہوئی ہے، ہر دو کوڑوں کے بعد تازہ دم جلاد آرہے ہیں، فسطائیت اور آمریت کے گماشتوں نے ۸۰ کوڑے برسائے، مگر لبِ مبارک پر ایک ہی جنبش (ہمیں کوئی تکلیف نہیں ...... ہے۔

پہنچ سکتی مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہو)

امام ابن تیمیہؒ، امام حنبلؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے خونِ صد شکر کا جلسہ محو ہیں اور امام حنبل کی ... رنگ میں ڈھلی ہوئی اس رجلِ عظیم کی بارعب اور پُرگداز آواز فضائے بسیط میں پھیل رہی ہے

"تو فوجی انسان ہے کہ اپنے سینے پر تمغے سجائے ہوئے ایک ہندو عورت کے سامنے رکوع کر رہا ہے۔ اس سے بہتر تھا کہ تو مر جاتا اور مسلمانوں کا قائد نہ کہلواتا"

"آہ! لوگو! ایک بات سن لو۔ جو اپنوں سے لڑا کرتے ہیں وہ بیگانوں سے لڑنے کی ہمت اور حوصلہ نہیں رکھتے" حضرت اقبال مسلمان کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

مگر یہ ہمارے لیے فولادی اور اندرا گاندھی کے بیٹے کے لیے موم ہے۔

لوگ کہتے ہیں یہ ڈپلومیسی ہے اسلام میں یہ ڈپلومیسی نہیں ہے"

"بزدلی اگر کوئی قوم بچا کرتی تو بہادروں پر کبھی موت نہ آتی"۔ احسان الٰہی ظہیرؒ کی زبان شعلہ بار تلوار بن کر برسنے لگی اور یہ اس وقت سے برس رہی تھی جب سے مسلم جرنیل کرسیاں فتح کرنے کے عوض تمغے سجانے لگے تھے اور زمینِ مملکت کی حفاظت گھاس دیکھ کر کر رہے تھے۔

۱۹۷۱ء میں جنرل نیازی کے بھارتی افواج کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ "ان ہی آتش پرستوں کا ایک کمانڈر مانک شاہ

"آج مسلمانوں کی لاشوں پر قہقہے لگا رہا ہے۔ خدا کی قسم! ہم چاہتے تھے کہ آج ہم زندہ نہ ہوتے اور ہمیں یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ اے کاش ہم زندہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیازی کا ماتم کرنے کی بجائے شہید نیازی کا ماتم کر رہے ہوتے تو اس وقت ہماری روحیں اتنی گھائل نہ ہوتیں جتنی آج ہیں ۔"

ادھر صدر جنرل یحییٰ خاں نے وہ بیان داغا جس پر پوری پاکستانی قوم کا سر ندامت سے جھک گیا ۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کو چینیانوالی کی تاریخی مسجد میں خطبۂ جمعہ دیتے ہوئے کہا ۔

"تمہیں شرم نہیں آتی ۔ تم قوم کو بہکاتے ہو ۔ پھر دھوکہ دیتے ہو کہ" ایک محاذ پر شکست ہوگئی تو کیا ہوا ۔" ظالم ! یہ ایک محاذ کی شکست نہیں ہے ۔ تم نے اسلام کا جگر کاٹ کر ہندوؤں کے حوالے کر دیا ہے"

سقوط ڈھاکہ پر علامہ صاحب صدمے سے اتنے نڈھال ہوئے کہ پکار اٹھے ۔

"میرا ایک بچہ ہے ۔ اگر وہ مر جاتا ، کٹ جاتا تو مجھے اتنا صدمہ نہ ہوتا ۔ آج ہم کیوں زندہ ہیں کاش آج سے پہلے ہم مر گئے ہوتے چمنِ ابو قاسم کے اس گلِ سرسبد کے قلبِ پرسوز میں جانے کتنے دکھ ، حسرتیں اور تمنائیں تھیں ۔ اس نے اپنی ہر ایک توانائی کو کشید کیا وہ سکول و کالج کا طالب علم نہ تھا ۔ اس نے مسجد کی چٹائیوں پر بیٹھ کر ایم اے کی چھ ڈگریاں حاصل کیں وہ کوئی اعلیٰ امیر گھرانے کا چشم و چراغ بھی نہ تھا ۔ تاہم وہ لینے والا ہاتھ نہیں دینے والا ہاتھ رکھتا تھا ۔ بے شمار لوگوں اور دینی اداروں کو اپنی خاص جیب سے تعاون کرتے اور پھر وہ اپنے عہد کا ایک بے مثل خطیب بھی تھا ۔ وہ مولانا ابوالکلام آزادؒ ، عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور شورش کاشمیری کے سلسلۂ خطابت کا صحیح امین بھی تھا ۔ ع

دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں ۔"

اس کے سحر آفریں خطاب میں گھن گرج کے ساتھ ایک پرسوز و پرگداز دل کے دھڑکنے کی صدا بھی آتی تھی ۔ لفظو [illegible] ل رواں جوئے کان سے ہوتا ہوا سیدھا بحرِ دل میں جا گزیں ہوتا تھا ۔ لوگ لفظوں [illegible]ں چھنتے چھنتے آنسوؤں کی لڑیاں بہا دیتے وہ ان معدودے چند خطیبوں میں سے تھے جو ع

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

کا مصداق تھے ۔

یہ سب کچھ محض خداداد ذہانت کے ساتھ ساتھ " ۔ والیِ دو جہاں ؐ رسولِ پاک سے والہانہ محبت کا اعجاز اور مدینہ کی گلیوں اور ذرے ذرے سے عشق کا کرشمہ تھا ۔ جناح ہال ۸۶ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تقریریں سیرتِ پاک بیان کرتے کرتے بے اختیار کہنے لگے۔

"کاش ہم وہ پتھر ہوتے جو نبیؐ کے قدموں کو چوما کرتے تھے۔ کاش ہم کپڑے کی وہ ٹاکیاں ہوتے جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نبیؐ کے زخموں پر رکھا کرتی تھیں۔ کاش ہم بھی..... اس وقت ہوتے (بے اختیار رو پڑے) اور اپنے آقاؐ کے چہرے کو دیکھ کر اپنی آنکھوں پر جہنم حرام کر لیتے۔ کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ جن کو سرورِ گرامیؐ کے رُخِ زیباؐ کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔"

وہ ایک عدیم النظیر مصنف و محقق بھی تھا۔ عربی زبان میں پندرہ سے زائد کتب تصنیف کیں جن کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے کئی ممالک کی یونیورسٹیوں میں داخلِ نصاب ہیں۔ وہ اسلامی دنیا میں اسلامی نظریہ کی پہچان اور نشان بن گیا۔ اس کا قلم عموماً نصف شب بعد چلتا اور ظلمتِ شب کو چیرتا ہوا تلوار بن کر کوندتا۔ شبِ آخر ان گنت مصروفیات کے اژدھام میں بھی متواتر اس کا قلم چلتا رہا۔ اور اسلام کے مارِ آستین فرقے طشتِ ازبام ہوتے رہے اور ہاں یہی علامہ احسان الٰہی ظہیر ایک صاحبِ بصیرت اور بالغ نظر سیاستدان بھی تھا۔ ایوب خاں سے لے کر بھٹو اور بھٹو سے ضیاء تک ہر عہد میں اس نے پاکستان کے فرزندانِ توحید کی راہنمائی کی۔ مارشل لاء میں قوم کو حوصلہ دیئے رکھا۔

آپ نے نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالمِ عرب میں اسلامی تمدن کا شعور بیدار کیا انہیں اسلام کے نام پر پلنے والے آستین مار فرقوں کے عزائم سے آگاہ کیا۔ اس کے ارادے کس قدر طویل تھے؟ اس کا اندازہ جناح ہال ۱۹۸۶ء کی تقریر کے ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

"بس تمہیں ایک خوش خبری سناتا ہوں، یاد رکھنا۔ ہم زندہ رہے تو ہم سے پوچھنا، مر گئے تو دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دینا۔ یہ صدی اہلِ حدیث کی صدی ہے۔ اس لیے کہ لوگ ان گورکھ دھندوں سے تنگ آ چکے ہیں۔ نوجوانو! اگر تم اس بہادر نبیؐ کا اسوہ اپنا کر قرآن و سنت کا پرچم تھام لو۔ تو دس برس نہیں گزریں گے کہ پاکستان میں اگر پرچم لہرائے گا تو یہی لہرائے گا۔"

یہ الفاظ خصوصاً "ہم زندہ رہے تو ہم سے پوچھنا مر گئے تو دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دینا" گویا الہامی الفاظ تھے۔ جو نہ صرف اس دس سالہ جدوجہد کی اہمیت اور وسعت کا پتہ دے رہے ہیں بلکہ سخت اور پر آزمائش مشکلات کا آئینہ دار بھی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس جدوجہد کا اندازہ اپنے آخری سال اور منصوبے کے ابتدائی سال ہی ہیں پے درپے ان عظیم الشان جلسوں سے ہوتا ہے۔ ۱۸ر اپریل ۱۹۸۶ کا جلسہ تو کسی بھی سیاسی اور مذہبی جماعت کے گزشتہ جلسوں سے بڑا ثابت ہوا۔ اس آئندہ دس سالہ جدوجہد کا اندازہ اہل حدیث کمپلیکس کے عظیم منصوبے سے بھی ہوتا ہے جس پر آٹھ کروڑ کی لاگت کا تخمینہ تھا۔

نمائندہ چٹان نے آپ سے پوچھا کہ آپ ملک میں کون سی فقہ نافذ کرنے کے حق میں ہیں"۔

جواب ملا۔ "ہم کسی بھی فقہ کے نافذ کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ اس ملک میں صرف قرآن وسنت ہی نافذ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ لوگوں نے کسی بھی فقہ کے لیے نہیں بلکہ صرف قرآن وسنت کے لیے قربانیاں دی تھیں"۔

آپ نے شریعت بل پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ

"اگر پہلوں کی بات کو حرفِ آخر سمجھ کر بعد میں آنے والوں کی سوچ پر پہرے بٹھا دیئے جائیں تو اسلام کی خود اپنی آفاقیت۔۔ ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں قوموں کو تقلید کی بجائے خودکشی کر لینا زیادہ سودمند ہوتا ہے شریعت بل میں جیسا کہ میں نے کہا سارا زور اسی اجتہاد کے راستے کو روکنے کے لیے ہی صرف کیا گیا ہے"

بلکہ ظہیر روشن ضمیر نے اسلام نافذ کرنے کے سرکاری دعوؤں سے متعلق واشگاف لفظوں میں کہہ دیا۔

"یہ شریعت نافذ کر ہی نہیں سکتے۔ انہوں نے اپنے طویل نو سالہ دور اقتدار میں صرف ایک ہی بات ثابت کی ہے کہ وہ صرف اپنے اقتدار کو طول دینا اور اس کے لیے اسلام کے نعرے کو استعمال کرنا خوب جانتے ہیں۔"

علامہ ظہیر نہ صرف حکومت کا قبلہ درست کرتے رہے بلکہ ساتھ ساتھ عوام کو بھی درسِ خودداری و بیداری دینے کا فریضہ انجام دیتے رہتے۔

موچی دروازے میں ایم آر ڈی کے (۱۹۸۶ء) کے جلسہ میں پٹاخے چلنے سے گڑبڑ ہو گئی عوام جلسہ گاہ سے بھاگنے لگے اور قریب تھا کہ پنڈال خالی ہو جاتا، یہ رجلِ عظیم عوام سے مخاطب ہوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"تم وہی قوم ہو جو بھارتی ٹینکوں کے سامنے لیٹ جایا کرتی تھی۔"

لاہوریو! سن لو۔ کل تاریخ میں لکھا جائے گا کہ لاہوری جلسہ گاہ میں پٹاخوں کی آوازیں سن کر بھاگ گئے تھے۔"

عوام کی غیرتِ مسلمانی جاگ پڑی اور دیکھتے ہی دیکھتے پنڈال ایسا جما کہ پھر آخر وقت تک کوئی نہ اٹھا۔ علامہ ظہیر کی عوام میں گھر جانے کی یہ صلاحیت دیکھ کر حاسد سیاستدان جلنے لگے اور انہیں علامہ ظہیر کے ہوتے ہوئے کوئی پذیرائی حاصل نہ ہوتی۔ چنانچہ ایم آر ڈی میں ان کی باقاعدہ شمولیت نہ ہونے کا بہانہ بنا کر انہیں آئندہ جلسوں میں دعوت دینے سے روک دیا گیا۔

آمریت کی مخالفت اور حق گوئی کی پاداش میں ان پر کئی جعلی مقدمات قائم کئے گئے جائیداد کی قرقی کے احکامات جاری ہوئے بلکہ اس سے کافی پہلے ،، واد کی تحریکِ نظام مصطفےٰ ﷺ میں قائدِ تحریک علامہ احسان الٰہی ظہیر کے خلاف وہ کون سا شہر تھا جہاں مقدمے درج نہ ہوئے۔ جہاں اس مردِ مجاہد نے جیلیں نہ بھگتیں۔ بلکہ گورنر پنجاب غلام مصطفےٰ کھر نے تو ایک دفعہ علامہ صاحب کے خلاف جعلی مقدمۂ قتل قائم کر دیا۔ مگر وہ مشکلات سے نہ گھبرائے بلکہ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے سرگرداں رہے ؎

ہم جو بڑھتے ہیں تو بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں
راستے گرد کی مانند اڑے جاتے ہیں۔

ایک خواب تھا جو شرمندۂ تعبیر ہوا چاہتا تھا۔ ایک سراب تھا جو حقیقت میں ڈھل رہا تھا۔ ایک خذف تھا جو گوہرِ شاہوار بن رہا تھا، ایک شبِ سیاہ تھی کہ جس سے سپیدۂ سحر طلوع ہوا چاہتا تھا۔ لوگ کہتے تھے ہمارے ساتھ ابھی زیادہ لوگ نہیں ہیں۔ ذرا آہستہ چلیں لبادۂ مصلحت میں لپٹ کے چلیں مگر وہ کیا جانتے یہ قدم کس طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس نے شہادت گہِ الفت میں قدم رکھے ہوئے تھے۔ گویا اس نے اپنی کشتیاں جلا دی تھیں۔

سانحۂ فاجعہ سے ایک سال قبل ہی انہوں نے جناح ہال میں نوجوانوں کو جھنجھوڑ کر بتا دیا تھا۔

"ہمارا راستہ ابتلاؤں کا راستہ ہے۔ ہمارا راستہ آزمائشوں کا راستہ ہے۔ ہمارا راستہ کٹھنائیوں کا راستہ ہے۔ ہمارے ساتھ چلے تو کوئی آبلہ پا چلے جس نے پیروں کو پھول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باندھے ہوں وہ بازارِ گناہ چلا جائے۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ جس کا دل دھڑکتا ہے ہماری بات سن کر وہ بے شک ہم سے جدا ہو جائے۔"

جناح ہال ۱۹۸۶ء کے اس یادگار جلسے میں جب پورا مجمع ذوقِ شہادت سے سرشار جدوجہد کے لیے نعرہ زن ہوا، علامہ احسان قدم بڑھاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں تو یہ رجلِ عظیم پھر مخاطب ہوا "میں تمہیں مارشل لاء اور طاغوت کے سامنے رب کی کبریائی اور مصطفےٰ کی مصطفائی کے لیے لڑاؤں گا۔ خدا کی قسم! اگر تم سب بھی پلٹ جاؤ تب بھی میں تن تنہا لڑوں گا" شاہ شہیدؒ کے بعد قافلۂ آزادی کی روانگی کا وقت ایک دن آنے والا ہے۔

۲۳ مارچ کی اس یادگار رات کو وہ مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جھنجھوڑ رہا تھا۔ مسلم اربابِ قوت و اختیار کی بزدلی کا رونا رو رہا تھا اور ان کے مقابلے میں ۳۱۳ اصحاب رسولؐ کی بے سروسامانی اور جرأت و ہمت لازوال کا نقشہ کھینچ رہا تھا اور جب وہ اپنے ہی حسب حال اس شعر تک پہنچا۔ ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑ......

یہاں فضا اچانک خوفناک دھماکے سے لرز اٹھی اور وہ مومن، بے تیغ ہی لڑتا ہوا کرسی سمیت فضا میں اچھل کر گرا۔ پورا جسم کیا تھا محض زخم بن گیا۔ لوگ بھاگتے ہوئے اپنے اس جری سپاہی کو بچانے کے لیے پہنچے تو پہنچتے پہنچتے ان کے کپڑے خون سے دھل گئے۔ مگر اس نے چیخ کر کہا۔

"میری فکر مت کرو۔ جاؤ خدا کے لیے دوسروں کو اٹھاؤ۔"

ادھر حکام علامہ صاحب کو امریکہ علاج کے لیے بھیجنے پر غور کرنے لگے۔ شاہ فہد اور صدر عراق نے اپنے ہاں خصوصی علاج کی پیشکشیں بھیجیں۔ مگر وہاں جانا مشیتِ ایزدی نے منظور فرمایا۔ جس کے لیے دو سال قبل میدانِ عرفات میں دعا کی تھی۔

"یا اللہ میں ارضِ مقدس میں ہی دنیا سے جاؤں اور یہیں میری تدفین ہو۔"

ارضِ مقدس پہنچتے ہی جسم و روح میں تابندگی کی نئی لہر دوڑ گئی۔ ڈاکٹر پرامید ہو گئے مگر یہ تو اللہ کی طرف سے اس کی آرزوؤں کی تکمیل کا لقائی ہوش و حواس نظارہ کرایا جا رہا تھا۔ محض ایک دن بعد ہی ۳۰ مارچ بروز سوموار علی الصبح۔ عین اس وقت جب کہ دونوں

باقی صہ ۱۳۸ پر
© rasailojaraid.com